شفیق الرحمٰن بحیثیت مزاح نگار

(''دجلہ'' کے تناظر میں)

اقصیٰ امیر

Aqsa Ameer

Ph.D Scholar, Department of Urdu,

Lahore Garrison University, Lahore.

Abstract:

Shafiq-ur-Rehman was the renowned Pakistani humourist and a short story writer of Urdu language. He was one of the most illustrious writers of the Urdu speaking world. He has given enduring pleasure to his readers. He was a medical Doctor by profession and served in Pakistan Army. He also received Hilal-e-Imtiaz for his military and civilian services. He has widely been appreciated by the writers and critics of Urdu literature. He joined the Indian Army Medical Corps and served at different war fronts during the Second World War. After the independence of Pakistan in 1947, he joined the Pakistan Army and eventually rose to the rank of general. He also served as Chairman of the Academy of Letters of Pakistan from 1980 to 1985.He created a world that was very real with all the joys, pains and anguish. His language was simple, spontaneous and expressive.

شفیق الرحمٰن کا سفر نامہ ''دجلہ'' منفرد حیثیت کا حامل ہے۔اس شاہکار سفر نامہ میں وہ زندگی کے حسین وجمیل اور سچائی اور خلوص پر مبنی کرداروں کے ذریعے ایک تصویر کا دوسرا رخ پیش کرتے ہیں۔اس سفر نامہ کی تکنیک افسانوی انداز لیے ہوئے ہے۔''دجلہ'' ان کا ایسا کارنامہ ہے جسے صرف سفر نامہ قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ اس کتاب میں افسانے کا ایجاز واختصار، داستانوی ادب کا فن مورخ کا شعور اور ایک مزاح نگار کا زاویہ نظر اور اسلوب نمایاں طور پر محسوس ہوتے ہیں۔

ہنسنا، ہنسانا انسانی فطرت ہے اور طبعی طور پر یہ صلاحیت کم یا زیادہ ہر شخص میں پائی جاتی ہے جس طرح انسان جب مظاہر فطرت کے خوب صورت نظاروں کو دیکھتا ہے تو سبحان اللہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔اسی طرح وہ اپنے معاشرے کے مضحک پہلوؤں پر اپنے آپ کو ہنسنے پر مجبور پاتا ہے۔

طنز ومزاح کا روایتی طور پر آغاز تو تخلیق آدم کے ساتھ ہی ہو گیا لیکن تہذیبوں کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ اس کو بھی ایک الگ صنف کے طور پر فروغ ملا۔ اردو ادب میں اس کا آغاز آج سے ساڑھے تین سو سال قبل جعفر زٹلی سے ہوتا ہے۔ جسے جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنے کی پاداش میں پھانسی کی سزا ہوئی۔ اس کے بعد طنز ومزاح میں کافی طویل عرصے تک خاموشی چھائی رہی۔

اردو ادب میں مزاح نگاری کے میدان میں مختلف ادیبوں نے طبع آزمائی کی ہے۔ ان کی لمبی فہرست ہے۔ ان تمام مزاح نگاروں نے اپنے اپنے دور کی نمائندگی کے ساتھ ساتھ قارئین کے ہنسنے ہنسانے کا سامان بھی فراہم کیا ہے۔ ان مزاح نگاروں میں ایک معتبر نام شفیق الرحمٰن کا بھی ہے۔ وہ کسی نہ کسی واقعہ میں خود کوئی ناہمواری دریافت کر لیتے ہیں اردو پھر اسی میں مزاح پیدا کرتے ہیں۔ ان کی مزاح نگاری کے حوالے سے محمد خالد اختر لکھتے ہیں:

> ''میں نے شفیق کے قہقہوں سے اونچے اور صحت مند قہقہے اور کسی کے نہیں سنے اور میں کسی کو نہیں جانتا جس کی باتوں میں اتنی شگفتگی اور چمک ہو۔'' (۱)

انھوں نے اپنی تحریروں میں کلاسیکی مزاح نگاروں کی خصوصیات سمو لینے کے علاوہ خود بھی مزاح نگاری کو ایک نئے رخ اور نئے انداز بیان سے نوازا ہے۔ شفیق الرحمٰن نہ صرف مزاح نگار بلکہ ایک اچھے افسانہ نگار انشا پرداز، سفر نامہ نگار اور مترجم کی حیثیت سے بھی جانے جاتے ہیں۔

اسلوب اور موضوعات کے اعتبار سے شفیق الرحمٰن جدید دور کے نمائندہ قرار پاتے ہیں۔ ہمارے ہاں تفریحی ادب کی اکلوتی اور بہترین مثال ہیں۔ ان کی تصانیف میں ''کرنیں''، ''لہریں''، ''شگوفے''، ''پرواز''، ''مدوجزر''، ''حماقتیں''، ''مزید حماقتیں''، ''پچھتاوے''، ''دجلہ''، ''دریچے'' اور ''انسانی تماشا'' شامل ہیں۔

ان کا سفر نامہ ''دجلہ'' منفرد حیثیت کا حامل ہے۔ اس شاہکار سفر نامہ میں وہ زندگی کے حسین وجمیل اور سچائی اور خلوص پر مبنی کرداروں کے ذریعے ایک تصویر کا دوسرا رخ پیش کرتے ہیں۔ اس سفر نامہ کی تکنیک افسانوی انداز لیے ہوئے ہے۔ اس میں دجلہ، نیل، ڈینیوب تینوں دریاؤں کی تاریخ کے ساتھ خوبصورت مناظر کا بیان اور ان سب سے بڑھ کر فوجی کیمپوں کی زندگی ہے۔ جس میں شفیق الرحمٰن نے نہایت خوبصورت الفاظ اور انداز میں مرقع کشی کی ہے اس کے علاوہ ''دجلہ'' میں ''دھند'' ایک طویل مختصر افسانہ بھی ہے۔ اس میں بھی انھوں نے اپنی مزاح نگاری کے جوہر دکھائے ہیں۔

یہ سفر نامہ ۱۹۸۰ء میں منصۂ شہود پر آیا۔ اس سے پہلے ''انسانی تماشا'' (ترجمہ) ۱۹۵۶ء میں چھپا۔ ''دجلہ'' کی اشاعت کے بعد اکثر لوگوں کا خیال تھا کہ شفیق الرحمٰن کے قلم سے اب پہلے جیسی مزاح نگاری نہیں ہوگی۔ انھوں نے اسی قلم کے ذریعے بھر سے لوگوں کے چہروں پر تبسم بکھیری۔ اسی لیے ان کے مضمون سے ان کا وہی انداز بیان جھلک رہا ہے وہی زیر لب مسکراہٹ، بے ضرر سی چٹکیاں غرض سب کچھ وہی ہے۔ اسی حوالے سے بلقیس ظفر لکھتی ہیں:

> ''دجلہ اور مصنف کی زندگی کا سب سے بڑا سانحہ ساتھ ساتھ آئے۔ قارئین کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ دجلہ کی ننھی منی مسکراتی لہروں سے خوش ہوں یا شفیق الرحمٰن کے بھینچے ہوئے ہونٹوں، جذبات کی دھن سے سرخ چہرے کو دیکھ ٹوٹ کر رو دیں۔'' (۲)

دجلہ میں شامل تینوں سفر نامے دریاؤں کے نام پر ہیں۔ مصنف نے ان میں کسی نہ کسی شہر کو اس کے تاریخی پس منظر

میں دیکھنے کی کوشش کی ہے۔ یہ سفرنامہ شفیق الرحمٰن کی فوجی زندگی کی یادگاریں ہیں ان کا زمانہ دوسری جنگ عظیم کا ہے۔ شفیق الرحمٰن کا افسانوی رنگ ان کے سفرناموں میں بھی غالب نظر آتا ہے۔ ان کے سفرناموں کی تحریریں شگفتہ، رواں اور دل کش ہیں۔

''دجلہ'' میں شامل پہلا سفرنامہ ''نیل'' ہے۔ نیل معر کا مشہور اور قدیم دریا ہے جس سے بہت سے تاریخی واقعات وابستہ ہیں اس مضمون میں انھوں نے اپنے قاہرہ کے سفرنامے کا احوال بیان کیا ہے۔ مصنف نے آغاز انتہائی بے ساختگی سے کیا۔ لکھتے ہیں:

> ''قاہرہ پہنچ کر اپنے مصری دوست کو ٹیلی فون کیا۔ اس نے نعرہ لگایا ''کہاں ہو'' میں نے بتایا کہ المصر میں ہوں، بلکہ القاہرہ میں۔ بولا ''بس ایک منٹ میں پہنچتا ہوں۔ تم کہیں اِدھر اُدھر مت جانا۔ زیادہ سے زیادہ مجھے پانچ منٹ لگیں گے۔ چنانچہ جب وہ مشرقی روایات کے مطابق تقریباً دو گھنٹے کے بعد پہنچا تو میں ہوٹل کے باہر اچھے خاصے ہجوم میں گھرا ہوا تھا۔ یہ سب حضرات پھیری والے اور چھابڑی والے تھے، جو نہایت ضروری اور کارآمد اشیاء پیش کر رہے تھے۔۔۔۔ ساتھ ساتھ بچوں کے پنگھوڑے، عورتوں کے لیے کشیدہ کاری کا سامان، پودے تراشنے کی مشین، مضبوط اور دیرپا قفل، بجلی کے بلب اور فٹ بال، جن کی ضرورت سیاحوں کو ہر وقت رہتی ہے، دینا چاہتے تھے۔'' (۳)

مصر کی سیاحت کے دوران شفیق الرحمٰن نے عربی زبان میں مختلف جگہوں اور اشیاء کے نام دیکھے تو انھیں بہت عجیب وغریب محسوس ہوئے۔ اس اقتباس میں وہ عربی مترجم کا مذاق اڑاتے ہیں جنہوں نے انگریزی الفاظ کا ترجمہ عجیب وغریب عربی الفاظ میں کیا ہے۔

> ''چند سال پہلے انگریزی حروف پانی میں چمکا کرتے تھے۔ ہر جگہ عربی حروف تھے۔ ہوٹل خندق بن چکے تھے۔ سادہ پانی یعنی Water مے کہلاتا تھا۔ چڑیا گھر حدیقۃ الحیوانات تھا۔ No Waiting کی جگہ ممنوع الانتظار لکھا تھا۔ مس اب آنسہ بھی۔ یہاں تک کہ عبدالکریم اینڈ سنز کی جگہ عبدالکریم والادہ نے لے لی تھی۔ مگر کچھ الفاظ سے یوں لگتا تھا جیسے ترجمہ کرنے والا اور ترجمہ کرانے والا دونوں اتنی جلدی میں ہوں کہ آگے پیچھے سرپٹ بھاگتے ہوئے دبادب ترجمے کر رہے ہوں مثلاً سارجنٹ کو (رقیب شاید، رویاہ کے سلسلے میں) اور لیفٹیننٹ کو ملازم کہنا۔'' (۴)

شفیق الرحمٰن کا مزاج تفصیل پسندی کا ہے۔ ان کا مزاح بھی ان کی تفصیلات سے پیدا ہوتا ہے۔ ان کی تحریروں میں بے شمار جملہ ہائے معترضہ بکھرے پڑے ہیں۔ یہ مزاح پیدا کرنے میں خاصے معاون ہیں۔ اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں:

> ''کسی جگہ زندگی اور ویرانی کا امتزاج اتنا نمایاں نہیں جتنا کہ اس میں ہے۔ جہاں جہاں سے نیل گزرتا ہے وہاں روئیدگی ہے، گہما گہمی ہے۔ جو حصے اس سے دور ہیں وہاں تپتے ہوئے سورج کی شعاعیں ہر چیز کو جھلس دیتی ہیں، ریت کے انبار ہیں، بادِ سموم ہے اور وحشت ناک

خاموشی۔ یہی وہ ملک ہے جہاں ریگستان اور ریزے کے درمیان یوں خط کھینچا جا سکتا ہے کہ ایک قدم ہریالی پر ہوا اور دوسرا ریت پر۔'' (۵)

''دجلہ'' میں شامل شفیق الرحمٰن کا دوسرا مضمون ''دھند'' ہے۔ بعض ناقدین نے افسانہ کی صنف میں شامل کیا ہے۔ شفیق کا تعلق فوج سے تھا۔ اس حوالے سے ان کا مشاہدہ بھی اسی زندگی کا ہے۔ ''دھند'' یا ان کی دیگر کہانیوں میں آپ کو جس زندگی کا مشاہد دکھائی گا۔ وہ بیشتر اسی فوجی زندگی سے تعلق رکھنے والے بسر کرتے ہیں۔ اس کہانی کے کرداروں میں زیادہ کردار وہ ہیں جن میں شفیق الرحمٰن اچھی طرح جانتے ہیں کچھ کردار نئے بھی ہیں۔

شفیق الرحمٰن نے مختصر افسانہ میں کرداروں کی بے خبری، غیر حاضر دماغی اور عجیب وغریب عادات سے بھی مزاح پیدا کیا ہے۔ فلاسفر کے حوالے سے اس کی ایک مثال دیکھیے:

''دیکھنے میں وہ فلاسفر بالکل نہیں لگتا تھا۔ فقط ہم ہی جانتے تھے کہ اس پر بھی کبھی بے خبری کے دورے پڑتے ہیں جیسے اس دن جب اس کا پاؤں کتے کے پنجے پر پڑ گیا۔ کتے نے نعرہ لگایا تو اسے فوراً ڈانٹا۔ ''ننگے پر پھرو گے تو یہی ہوگا'' یا ستہ ہر کو سیر کرتے ہوئے پہاڑی پر بے نور چاند نظر آیا تو بولا۔۔۔۔''عجیب بات ہے کہ دن میں تو کبھی کبھی چاند سامنے آ جاتا ہے لیکن رات کو سورج کبھی نہیں دکھائی دیا''۔۔۔۔ اسی طرح چک پڑ جانے پر ڈاکٹر نے اسپرین دی تو اس سے پوچھا ''یا اسپرین درد کو خود بخود کیسے ڈھونڈ لیتی ہے؟ سر دکھ رہا ہو، کمر، گھٹنا یا کندھا، یہ تیر کی طرح سیدھی وہیں پہنچتی ہے۔'' (۶)

شفیق نے اس کہانی میں خوبصورت اور ہر لطف مزاح پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ لفظوں اور زبان دانی سے مزاح پیدا کرنے کا نمونہ دیکھیے:

''آپ اردو ہمیشہ غلط بولتے ہیں نخیفہ نے حقارت سے کہا۔ ''درحقیقت مایوسی تو مجھ کو ہونی چاہیے تھی جس نے اتنی دیر انتظار کیا۔ آپ کو اس موقع پر حیرت ہونی چاہیے تھی۔ اس کے علاوہ ''مجھے مایوسی'' کی جگہ ''مجھ کو مایوسی'' کہنا چاہیے۔ ''سخت مایوسی'' کی جگہ ''شدید مایوسی'' بہتر ہے اور ''ہی'' کا استعمال کم کیا کریں۔ ''لڑتے ہی جا رہے تھے'' کی جگہ ''لڑتے جا رہے تھے'' سے بھی مقصد بیان کیا جا سکتا ہے اور بلیاں اور کتے کی جگہ ''کتے اور بلیاں کہنا چاہیے'' کیوں کہ کتے کا رتبہ اور سائز بلی سے اونچا ہے۔'' (۷)

دوسرا سفرنامہ ''ڈینیوب'' یورپ کے ایک دریا کا نام ہے۔ جو کئی ملکوں کی حدود سے گزرتا ہے۔ اس دریا کو مختلف ناموں مثلاً ''ڈوناؤ''، ''ڈوناریا'' اور ''اسروس'' کے ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ اس مضمون میں چونکہ مصنف نے ''ڈینیوب'' اور اس سے متعلقہ معاشرت کی مرقع کشی کی ہے۔ اس لیے اس کا نام بھی ''ڈینیوب'' ہی رکھ دیا ہے۔

شفیق الرحمٰن بنیادی طور افسانہ نگار ہیں اور انھوں نے افسانوں کے ساتھ ساتھ سفر ناموں میں بھی مزاح پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ شفیق الرحمٰن کی صرف یہ خاصیت نہیں ہے کہ وہ لطائف یا الفاظ کی الٹ پھیر سے مزاح پیدا کرتے ہیں بلکہ اصل

چیز ان کی ذہانت ہے جس کا استعمال وہ موقع ومحل کے اعتبار سے کرتے ہیں اور قاری اپنی ہنسی کسی بھی قیمت پر روک نہیں پاتا ہے اور ڈینیوب میں لطائف سے ماحول کو خاصا دل چسپ بنا دیتے ہیں۔

> ''ہیمل نے جواب دیا اور روی آنا کے اس ڈاکٹر کا قصہ سنایا جس نے انسانی جسم خصوصاً سینے کو انگلیوں سے ٹھونکنے بجانے کا طریقہ Percussion پہلی مرتبہ رائج کیا اب بھی یہ طبی معائنے کا ایک اہم حصہ ہے۔اس ڈاکٹر نے کسی مے جانے کے مالک کو شراب کا پیپا ٹھوکتے دیکھ کر وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ اس طرح پیپا کھولے بغیر معلوم ہو جاتا ہے کہ اس میں شراب کتنی ہے اور ہوا کتنی اس اس پر ڈاکٹر نے طبی تشخیص میں نئے طریقے کا اضافہ کیا۔ یہ اور بات ہے کہ اس کو اس کا خیال شراب خانے میں آیا۔''(۸)

شفیق الرحمٰن ایک جگہ آئن سٹائن کے ذکر سے مزاح پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں:

> ''یہ پوچھتی ہے کہ ابھی ہیمل نے کیا کہا ہے؟
> کہہ دو کہ آئن سٹائن کا ذکر کیا ہے جو ڈینیوب کے کنارے پیدا ہوا تھا۔''
> میں نے ٹالنے کو کہا۔
> پوچھتی ہے تمھیں آئن سٹائن کی تھیوری آتی ہے۔''
> ''ہاں آتی ہے'' میں نے بتایا۔
> ''کہتی ہے کہ بیان کرو۔''
> تھیوری بہت آسان ہے۔شدید جاڑے میں سڑک پر آدھ گھنٹے تک محبوب کا انتظار کیا جائے پھر وہی آدھ گھنٹا اس کی رفاقت میں گزارا جائے پہلے تیس منٹ بے حد طویل ہوں گے، لیکن رفاقت میں وہی تیس منٹ چند منٹوں میں گزر جائیں گے۔''
> وہ مسکرانے لگی۔
> ''یہ آج کئی مہینوں بعد مسکرائی ہے پوچھتی ہے کہ تمہارے ہاں محبوب کتنا انتظار کراتے ہیں؟
> ''کہہ دو کہ وہ انتظار ختم ہونے میں نہیں آتا۔آئن سٹائن کی تھیوری وہاں بالکل بے کار ہے۔''(۹)

اس سفرنامہ میں شفیق الرحمٰن نے اپنے دل کش اور دل چسپ اسلوب سے مزاح پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔انھوں نے مشاہدات اور تجربات کی بدولت اسے اردو ادب کا رجحان ساز سفرنامہ بنا دیا ہے۔

''دجلہ'' اس سفرنامے کا چوتھا مضمون ہے''دجلہ عراق کا مشہور دریا ہے۔مصنف فوجی ملازمت کے دوران کچھ عرصہ عراق میں رہے جس کے نتیجے میں''دجلہ'' کے نام سے سفرنامہ تحریر کیا۔جس میں مصنف کے علاوہ ٹن، روز اور بر میں نہایت اہم کردار ہیں اس نے الف لیلیٰ کے بغداد کا ذکر ہے۔جس کے نام کی روایت نوشیرواں کے ایک پرانے شہر''باغ داد'' سے جاملتی ہے پھر دجلہ کا ذکر ہے جس کے رنگ کو چائے سے مشابہت دی گئی ہے۔یہ فرات کی طرح پہاڑوں سے نکلتا ہے جغرافیائی پس

منظر کی طرح تاریخی حوالے بھی بے شمار ملتے ہیں۔ دجلہ میں پیش کیے جانے والے بعض واقعات میں داستانوی حسن جھلکتا ہے۔ شفیق الرحمٰن کے مزاحیہ اسلوب میں بے ساختگی بھی پائی جاتی ہے۔ ہر جگہ یہی احساس ہوتا ہے کہ یہ لفظ اسی مقام کے لیے بنا تھا اور کہیں بھی ان کے زبردستی آ جانے کا احساس نہیں ہوتا۔ ان کے مزاح کا رواں اور بے ساختہ انداز دیکھیں:

''سگریٹ نوشی کے نقصانات پر رسالوں، کتابوں میں اتنا کچھ پڑھا ہے کہ تنگ آ کر پڑھنا چھوڑ دیا ہے۔''(۱۰)

دجلہ کے حوالے سے مصنف نے مختلف تاریخی مقامات کو ایک لڑی میں پرو کر پیش کیا ہے۔ شفیق الرحمٰن نے اپنے شگفتہ اسلوب کی مدد سے دجلہ کے کنارے پھلتی پھولتی تہذیبوں کا ذکر اتنے شگفتہ اور موثر پیرائے میں کیا ہے:

''نسل انسانی آہستہ آہستہ تہذیب یافتہ ہو رہی تھی چنانچہ جنگیں شروع ہو گئیں چار ہزار قبل از مسیح کے لگ بھگ پہیہ ایجاد ہوا تا کہ حملہ کرنے اور بھاگنے میں آسانی رہے تانبے کا استعمال ہوا۔ آئینہ بنایا گیا اور اس کے ساتھ ہی میک اپ کا سامان اور خواتین ہر جگہ لیٹ پہنچنے لگیں۔''(۱۱)

شفیق الرحمٰن کا مزاح ان کی سب سے بڑی خوبی ہے ہر طرح کی بات مزاح میں ایسے کہہ جاتے ہیں کہ قاری جو سمجھ سکے وہی اس کے حق میں ہو جاتا ہے۔ اس کا ایک منظر ملاحظہ فرمائیں:

''دجلہ عبور کیا ہی تھا کہ کابل سے وفد آیا اور درخواست کی یونانیوں کی طرف سے اشارہ ہوا ہے کہ آپ مغرب کی جانب سے نہ آئیں کئی یونانیوں نے بھی پیش گوئی کی یہ آخری سفر ہے۔ سکندر بابل پہنچا تو فصیل پر کوّے لڑ رہے تھے ایک کو اسکندر گر پڑا۔ لوگوں نے شور مچا دیا کہ بڑا اسکون ہے۔ اتنا اویلا مچا کر سکندر شہر میں داخل نہیں ہوا۔ کبھی دریا کے کنارے کیمپ لگاتا کبھی کشتیوں میں اِدھر اُدھر پھرتا رہا۔''(۱۲)

شفیق الرحمٰن نے ان سفرناموں میں زیادہ تر الفاظ اور واقعات کے بیان سے مزاح پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ سفر کے دوران جہاں وہ مختلف خوبصورت مناظر کی جستجو میں رہتے ہیں۔ وہاں وہ مختلف شگفتہ واقعات بھی تلاش کرتے ہیں۔ ان کی مدد سے اپنی تحریر کو موثر بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ مصنف کے مختلف واقعات کو شعوری طور پر افسانوی پیرہن میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف نے اصل حقائق کے بیان کے ساتھ ساتھ اپنے شاداب تخیل سے بھی بھرپور استفادہ کیا ہے۔ شفیق کا مزاح محض مزاح نہیں بلکہ ان کے مضامین میں ہماری زندگی کے مختلف پہلوؤں کی مرقع کشی کی گئی ہے۔

شفیق الرحمٰن جدید افسانوی ادب کے ساتھ مزاح نگاری میں اپنی الگ پہچان رکھتے ہیں۔ ان کا شمار اردو کے بہترین مزاح نگاروں میں ہوتا ہے۔ ''دجلہ'' ان کا ایسا کارنامہ ہے جسے صرف سفرنامہ قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ اس کتاب میں افسانے کا ایجاز و اختصار، داستانوی ادب کا حسن مورخ کا شعور اور ایک مزاح نگار کا زاویہ نظر اور اسلوب نمایاں طور پر محسوس ہوتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ محمد خالداختر، مضمون: خوشگوار سفر، مشمولہ: نقوش، ماہنامہ، لاہور: شخصیات نمبر، حصہ اول، ۱۹۵۶ء، ص: ۴۵۰

۲۔ بلقیس ظفر، ایک تاثر، مشمولہ: نیرنگ خیال، فن اور شخصیت، راولپنڈی: ۱۹۸۴ء، ص: ۴۷

۳۔ شفیق الرحمٰن، ڈاکٹر، دجلہ، (نیل)، سفرنامہ، لاہور: غالب پبلشرز، طبع اول، ۱۹۸۰ء، ص: ۶۰۵

۴۔ ایضاً، ص: ۱۴

۵۔ ایضاً، ص: ۴۶

۶۔ شفیق الرحمٰن، ڈاکٹر، دھند، ص: ۵۔۴

۷۔ ایضاً، ص: ۱۱۷

۸۔ شفیق الرحمٰن، ڈاکٹر، ڈینیوب، ص: ۱۷۴، ۱۷۵

۹۔ ایضاً، ص: ۱۷۴، ۱۷۵

۱۰۔ شفیق الرحمٰن، ڈاکٹر، دجلہ (نیل) سفرنامہ، ص: ۳۱۰

۱۱۔ ایضاً، ص: ۳۴۰

۱۲۔ ایضاً، ص: ۳۵۲

☆......☆......☆